نظمِ حماد میں رنگینئ قوس وقزح (مولانا ابوالبیان حماد عمری)

ڈاکٹر شیخ فاروق باشا
لکچرر، شعبہء اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، راجکوٹی، آندھرا پردیش۔انڈیا

قیام انجمن پنجاب کے بعد اردو نظم نگاری کا قافلہ مولانا الطاف حسین حالی، محمد حسین آزاد اور مولانا شبلی نعمانی جیسے اکابرین ادب کی قیادت میں مستقبل کی طرف جو گامزن ہوا تو اس کی تیز اور دھیمی رفتار نے بہت سے نشیب و فراز دیکھے۔علامہ اقبال اور جوش ملیح آبادی اور ان کے معاصرین نے اس قافلے کو ایک نئی سمت و رفتار، توانائی و استحکام، اسلوب بیان کی ندرت، موضوعاتی وسعت، فکر کی بالیدگی، شعور کی پختگی عطا کی اور ایسے مقام پر لا کھڑا کیا جہاں سے اس کا مستقبل روشن نظر آنے لگا۔مولانا ابوالبیان حماد عمری اسی قافلے کے ایک اہم رکن رکین ہیں۔

مولانا بنیادی طور پر مدرس ہیں لیکن اپنی شاعری کی بدولت نہ صرف برصغیر بلکہ بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں اردو زبان کے مقتدر اور معیاری جرائد و رسائل میں آپ کا کلام زیور طباعت سے آراستہ ہو کر داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔گذشتہ نصف صدی سے آپ کا آفتاب شاعری آسمان اردو پر جگمگا رہا ہے۔''بانگ حرا'' آپ کی نظموں کا مجموعہ کلام ہے جس میں چند حمد و نعت کے گلدستے اور ڈیڑھ سو سے زائد خالص نظمیں شامل ہیں۔اس سے قبل آپ کی نعتوں کا پہلا مجموعہء کلام شائع ہو کر مقبول عام ہو چکا ہے۔

''بانگ حرا'' کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے مولانا کہتے ہیں۔حامل قرآن، خلوت نشین، غار حرا سے مجھے گہری عقیدت و محبت ہے اس بنا پر مجموعہء کلام کا نام ''بانگ حرا'' مناسب معلوم ہوا۔

مولانا کو علامہ اقبال سے گہری عقیدت و محبت ہے۔یہی وجہ ہے کہ فکر اقبال کی کونپلیں یہاں بھی پھوٹتی نظر آتی ہیں۔علامہ اقبال سے الفت کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں۔ے

خدا نے بخشا ہے حماد کو جو ذوق ادب ہے فیض حضرتِ شاکر ہے منتِ اقبال

علامہ اقبال نے اپنے کلام کے ذریعہ سوئی ہوئی قوم کو خواب غفلت سے جگایا اور ان میں عمل کی تحریک پیدا کی، انسانیت کو محبت کا درس دیا، نوجوانان اسلام کو مغربی تہذیب و کلچر سے اپنے دامن کو پاک و صاف رکھنے کی تلقین کی۔مولانا کے کلام میں بھی انہی افکار و خیالات کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔مولانا کے کلام کی روانی، سلاست اور لفظیات کی بندش دیکھ کر کہیں کہیں اسلوب اقبال کا شائبہ ہونے لگتا ہے جیسے ے

یہ عزم ہمارا محکم ہے، یہ فیصلہ اپنا قطعی ہے
گرتوں کو اٹھا کر چھوڑیں گے سوتوں کو جگا کر چھوڑیں گے

دونوں کے کلام میں زندگی کا تقابل دیکھیے۔

اقبال۔ قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی
حماد۔ زندگانی امتحاں ہے ہر بشر کے واسطے اک کسوٹی ہے عیار خیر و شر کے واسطے

اقبال۔ یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم   جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

حماد۔ سعئی پیہم، عزم محکم، چشم پرنم، دردوغم   اس طرح تیار ہوتا ہے قوام زندگی

مولانا ابوالبیان حماد عمری، جامعہ دارالسلام عمرآباد میں ایک طویل عرصہ درس وتدریس میں منہمک رہے۔ بحیثیت مفسر قرآن، شارح حدیث، آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ظاہر بات ہے جس کا اوڑھنا بچھونا مذہب ہو اس کی صدائے بازگشت کلام میں سنائی نہ دے یہ امر محال ہوگا۔اسی لیے جابجا ہمیں ان کے کلام میں حمد ونعت کے گلدستے اور اسلامی فکر کے تاروپود بہت گہرائی تک پیوست نظر آتے ہیں۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جس میں شان بندگی کچھ بھی نہ ہو وہ زندگی   ایک کرب مستقل ہے یا مسلسل اک عذاب

جائزہ لیتا ہے وہ ہر وقت اپنے نفس کا   مرد مومن کے لیے ہر روز ہے روز حساب

مذہب پسندی اور اسلامی رنگ مولانا کے کلام کی خاص خوبی ہے۔لیکن ادبیت کے صاف وشفاف چشمے میں ڈھل کر کلام میں قوس وقزح کی رنگینی پیدا ہوگئی ہے۔

کوئی بھی شاعر اپنے دور کی بدلتی قدروں اور رجحانات ونظریات سے اپنے دامن کو تر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔مولانا کے کلام میں عصریت اور وقت کی پکار کی گونج صاف سنائی دیتی ہے۔امید انقلاب صالح، وقت کا تقاضا،مسلم پرسنل لا، پیغام بیداری، دعوت عمل، حیات نو، دینی انقلاب، مرادآباد فسادات ،ترانہء بنات المومنین، مسجد اقصی، زخم خوردہ ارض فلسطین، بابری مسجد کی شہادت، وغیرہ اسی قبیل کی نظمیں ہیں۔مرادآباد کے فسادات پر آپ کی رگ حمیت پھڑک اٹھتی ہے۔کہتے ہیں۔

چمن کی جن کو حفاظت مدام کرنا تھا   یہ کیا غضب ہے وہ صیاد بن گئے آخر

سنایا جایے کسے دردوغم کا افسانہ   قضات شہر ہی جلاد بن گئے آخر

مولانا کے مخاطبین میں سے ایک اہم طبقہ نوجوانوں کا ہے۔جن سے انہیں ملک کی تعمیر اور اسلامی تہذیب کی حفاظت وصیانت کے تئیں بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔آپ کی نظمیں نوجوان طبقہ کے لیے رجائیت کی بہتی نہریں ثابت ہوگی۔مایوسی اور قنوطیت کے بادل چھٹتے نظر آئیں گے ۔ترانہء دعوت عمل ، پیغام بیداری،نوجوانوں سے خطاب،عزائم، کرنوں کا سفر، بنام طلبائے علم جیسی نظمیں اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔

نظم ''نوجوانوں سے خطاب'' میں کہتے ہیں۔

پھر زمانے کو پیام حق سنا اے نوجواں   خواب غفلت سے مسلماں کو جگا اے نوجواں

مشکلات راہ سے ہرگز نہ گھبرا تو کبھی   جانب منزل قدم اپنا بڑھا اے نوجواں

اتحاد وامن کا پیغام دے انسان کو   ٹوٹنے والوں کو آپس میں ملا اے نوجواں

نظم کے ابتدائی دور میں مقصدیت اور افادیت کا غلبہ رہا۔پھر رومانیت اور جدیدیت کا زور رہا، اختر الایمان کا استعاراتی نظام، ن م راشد کا علامتی اسلوب، ندا فاضلی کا بیانیہ عنصر اردو نظم کے مختلف اسالیب ہیں۔مولانا کا اسلوب بیانیہ ہے لیکن اس میں جذباتی، احساساتی اور جمالیاتی عناصر کا بھی حسین امتزاج بھی ملتا ہے ۔نظم حرف تمنا کے یہ اشعار دیکھیے۔

میں کبھی باطل کی ہاں میں ہاں ملا سکتا نہیں   سر کٹا سکتا ہوں لیکن سر جھکا سکتا نہیں

جانے کب دنیا میں آئے انقلاب خوشگوار   یہ جہان کہنہ مجھ کو راس آ سکتا نہیں

مجھ پہ یہ عالم گزرتا ہے محبت میں کبھی   یاد کر سکتا نہیں ان کو بھلا سکتا نہیں

بانگ حرا میں مختصر سی مختصر بحریں بھی اور طیل سے طویل بحریں بھی ہیں جن کے مطالعے سے بحروں پر مولانا کی گرفت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً، کہتے ہیں:

زیست کا حاصل ہے تو جوہر قابل ہے تو

شاید عادل ہے تو رہبر کامل ہے تو

سرور منزل ہے تو رونق محفل ہے تو

جاگ مسلمان جاگ چھیڑ محبت کے راگ

طویل بحر کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

نبض دوراں بھی کچھ دیر رک جائے گی چلتے چلتے جہاں ہم ٹھہر جائیں گے

ہم جو چاہیں سمٹ جائیں گے فاصلے سب ادھر جائیں گے ہم جدھر جائیں گے

مولانا کے کلام میں موضوعات کی فراوانی، عصری حسیت، متعلقات زندگی جیسے سماجی ومعاشی، اصلاحی واخلاقی، سیاسی ومذہبی، تہذیبی وتمدنی، تاریخی و ثقافتی، اخلاقی واقداری، سیاسی وتحریکی جیسے موضوعات حقیقت کے آئینے میں صاف نظر آتے ہیں۔ حقیقت نگاری مولانا کی نظموں کی ایک خاص خوبی ہے۔ وہ بلند بانگ دعوؤں پر یقین نہیں رکھتے بلکہ زندگی کے ان مسائل کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے اپنے بس میں ہوتے ہیں۔ اپنی شاعری کے تعلق سے کہتے ہیں:

میں نقیب انقلاب دین ہوں شاعر نہیں میرا پیغام حقیقت وقت کی آواز ہے

بانگ حرا مجموعہ میں بعض نظمیں ایسی بھی ہیں جن کی اصل عربی زبان یا فارسی ہے آپ نے بے حد خوبصورتی سے اردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے ۔ جس سے اردو عربی اور فارسی زبانوں پر آپ کی دستگاہ کا علم ہوتا ہے۔

علامہ اقبال کی ایک فارسی نظم ''حدی'' جاوید نامہ میں مذکور ہے جس میں عربوں کی اونٹوں کی دوڑ کا ایک نقشہ کھینچا گیا ہے۔ مولانا نے اسی زمین میں اردو میں ''نغمہء ساربان'' کے عنوان سے بہت خوبی سے منظوم ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست دلکش وزیباستی

شاہد رعناستی روکش حوراستی

غیرت لیلاستی دختر صحراستی

تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

مولانا نے اسی زمین میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ کہتے ہیں:

تیز قدم رکھ تیز قدم رکھ اپنی منزل دور نہیں ہے

شکل میں ہے کتنی خوبی تیری ہستی سب کو پیاری

تجھ پر قرباں حور بہشتی لیلی بھی ہے تیری فدائی

جنگل کی ہے دوشیزہ بھی

تیز قدم رکھ تیز قدم رکھ اپنی منزل دور نہیں ہے

اسی طرح مصر کا مشہور نابینا شاعر طہ حسین ''انہ طفل ضریر'' ایک اندھے بچے کی فریاد وفغاں'' کے نام سے ایک نظم لکھی جس میں ایک نابینا بچہ کے جذبات

واحساسات کو بے حد موئثر پیرائے میں بیان کیا گیا ہے جسے ساری دنیا میں پسند کیا گیا۔ دنیا کے بیشتر عربی مدارس میں اسے شامل نصاب کیا گیا۔ مولانا نے اسی خوبصورتی سے اردو زبان میں منظوم کیا ہے۔ عربی اور اردو جاننے والے اس کی تاثیر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ طہٰ حسین کے اشعار ہیں۔

یا امی ماشکل السماء　　　وما الضیاء وما القمر
بجمالھا تتحدثون　　　ولا اری منھا اثر
وانا ضریر قاعد　　　فی عقر داری مستقر
واللہ یلطف بی　　　ویصرف ما اقاسی من کدر

منظوم ترجمہ ملاحظہ ہو۔

اے مری مادر مہرباں سن لے مری عرضِ بیاں　　　یہ روشنی، یہ چاند کیا، کیسی ہے، شکل آسماں
سنتا ہوں میں تم سے بہت ذکر جمال کائنات　　　لیکن مجھے اس کا نظر آتا نہیں کچھ بھی بیاں
اندھا جو ہوں بیٹھا ہوا رہتا ہوں میں گھر میں صدا　　　مجبور ہوں معذور ہوں اس حال میں جاؤں کہاں
اللہ کا فضل وکرم مجھ پر کبھی ہوگا ضرور　　　اس کے سوا میرے لیے ہے کون آخر مہرباں

غرض مولانا ابوالبیان حماد نے اردو نظم کے دائرے کو وسعت بخشی ہے۔ ۱۹۶۰ء کے بعد جو اہم شعراء ہیں ان میں امتیاز رکھتے ہیں۔ مولانا کی نظموں میں صالح فکر وعمل کے نغمے ہیں، قلوب واذہان کو معطر کردینے والے خوش فکر شاعری کے گلدستے ہیں، رجائیت ونوامیدی کی بہتی نہریں ہیں۔ اسلوب بیان کی چاشنی اور شگفتگی ہم کو اپنی جانب کھینچتی ہے۔

☆☆☆